

رسائل و مسائل

کسی حاکم کے آنے پر مستعدی کی نمائش

سوال: میں ایک درکشاپ میں ملازم ہوں، مگر میں کبھی کبھی باہر دعویٰ پڑھی جانا پڑتا ہے۔ ان دونوں بھیں کام بہت کم ہوتا ہے اور اس وجہ سے ہم اپنے اوقات کے اکثر حصے یونہی بیکار پیچھے کر گزارتے ہیں۔ لیکن جب میں یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارا کوئی آفیسر ہیاں سے گزرنے والے ہے یا گزرا ہا ہے تو فدائی ہی ہم ادھر ادھر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیتے ہیں تاکہ آفیسر کو معلوم ہو جائے کہ ہم کچھ کر رہے ہیں۔ اور جب وہ گزرا جاتا ہے تو پھر ہم آرام سے بیٹھ جاتے ہیں۔ اول بعض موقع پر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم بے خیز بیٹھے ہوتے ہیں کہ وہ آفیسر دہاں سے گزرا جاتا ہے یا میں موقع پر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ گزرا ہا ہتے ہے۔ اس وقت میں تھوڑی سی گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے کرتے نہیں کہ آفیسر کو ہمارے متعلق کیا خیال گز رے گا۔ اگرچہ میں اس تمثیل کا مظاہرہ بہت کم کرتا ہوں۔ لیکن کبھی میں بھی ایسا کرنے پر اپنے آپ کو مجبود پاتا ہوں۔ جب بھی اس قسم کی صورت حال سلنے آتی ہے تو طبیعت بہت پریشان ہوتی ہے۔ ٹری گھراہٹ ہوتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بیز بھی مجھے خدا کی عدالت میں مجرم بنا کر کھڑا کر دے۔ بادا کرم اس سلسلہ میں میری رہنمائی فرمائیں۔

جواب: اگر آپ اپنے کام میں جان بوجھ کر غفلت نہ کر رہے ہوں بلکہ کام نہ ہونے کی وجہ بے کار بیٹھے ہوں اور آفیسر کے آنے پر محض مستعدی اور مصروفیت کی نمائش اس لیے کہیں کہ آفیسر کی طرف سے ناراضی کا خطرہ ہے تو ایسا کرنے میں کوئی عرج نہیں ہے۔ البتہ جان بوجھ کر کام چھوڑنے کی صورت میں ایسا کرنا ناجائز ہو گا۔ اس کے ساتھ یہ بابت ہی نہیں نہیں کہ ایک آفیسر ایسا بھی ہے جو ہر وقت ہر حال میں آپ کو دیکھ رہا ہے اور جس کو کسی جھوٹی نمائش سے دھوکا نہیں دیا جاسکتا نہیں جس کو منزرا دینے کی طاقت تمام آفیسروں سے فوجھ کر رہے ہے۔ جب کبھی آپ اور آپ کے ساتھی دنیا

چھوٹے چھوٹے افسروں کی آمد پر گھبراہٹ میں بدلنا ہوا کریں۔ اس وقت فدا اس بڑے افسر کو جھیل کر لیا گیا۔

مصادیب کے ہجوم میں ایک مومن کا نقطہ نظر

سوال: میرزا نسیر اٹیا پونے چار سال کی عمر میں نوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اُسے اپنے جوارِ محنت میں جگہ کے یہاں آکر پہلے دوڑ کے فوت ہوتے، اب یہ تمیرا تھا۔ اب کسی نے شبہ ڈالا تھا کہ جادو کیا گیا ہے جسیں دن سے یہ بچہ پیدا ہٹا اُسی دن سے قرآن پاک کی مختلف جگہوں سے تلاوت کرنے کے دم کرتا رہا فرق صرف یہ ہوا کہ پہلے دوڑ کے پونے دو سال کی عمر میں نوت ہوتے رہے۔ یہ پونے چار سال کو پہنچ گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جادو بھی چند الفاظ ہوتے ہیں۔ اس کے نوڑتے کہ قرآن پاک کے انفاظ تھے پھر دعائیں بھی بہت کیں۔ بوقتہ تہجید گھنٹوں سجدہ میں ٹپا رہا ہوں۔ لیکن کچھ شکوہی نہیں ہوتی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات حاضر و ناظر اور سمیع و بصیر ہے۔ کیا حق تعالیٰ جادو کے اثر کے نیے مجبور ہی ہو جاتے ہیں؟ لوگ قبر والوں کے نام کی بودیاں رکھ کر اور پاؤں میں کڑے پہننا کہ اولاد پھٹے بیٹھے ہیں لیکن تم نے اسے شرک سمجھ کر اس کی طرف رجوع نہ کیا لیکن سہیں بدستور رب رنج اٹھانا پڑا۔ اکٹھے تین دلغ ہیں جو گلکے ہیں۔ براء کرم اس غم و افسوس کے لحاظ میں راہنمائی فرمائیں۔

جواب: آپ کے صاحبزادے کی وفات کا حال معلوم کر کے بڑا افسوس ہوا۔ اور اس سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی دفعوں کا صدر مہ آپ کو پہنچ چکا ہے۔ اولاد کے یہ پے درجے غم آپ کے اور آپ کی الہیہ کے یہیں جیسے کچھ ناقابل برواشت ہونگے اس کا مجھے خوب اندازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو صبر عطا فرمائے اور سکینت نخشئے۔

آپ کے خدا سے مجھے محسوس ہوا کہ دل پر پے دوپے چٹیں کھانے کی وجہ سے آپ خیر مہموں الہو پر متاثر ہو گئے ہیں۔ اگرچہ اس حالت میں نصیحت کرنا زخموں کو ہرا کر دیتا ہے، اور مناسب یہی ہوا کرتا ہے کہ رنج و غم کا طوفانی دو ختم ہو جائے۔ مگر مجھے خوف ہے کہ اس دوسریں کہیں آپ کے حقاً صدیق پر کوئی آپنے نہ آ جلنے۔ اس بیسے مجبوراً کہتا ہوں کہ آفات اور مصادیب اور آلام کا خواہ کیسا ہی ہجوم ہو، مون

کو اپنے ایمان اور اندھر کے ساتھ اپنے تعلق پر آپ بخ نہ آنے دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہم کو ہر طرح کے حالات میں ڈال کر آزماتا ہے۔ غم بھی آتے ہیں اور خوشیاں بھی آتی ہیں مصیبتیں بھی پڑتی ہیں اور راحتیں بھی میسر آتی ہیں۔ نقصان بھی ہوتے ہیں اور فائدے بھی پہنچتے ہیں۔ یہ سب آزمائشیں ہیں اور ان سب سے ہم کو بخیریت گزنا چاہیے۔ اس سے ٹرھ کر ہماری کوئی قسمتی نہیں ہو سکتی کہ ہم مصیبتوں کی آزمائش سے گزرتے ہوئے ایسے مضطرب ہو جائیں کہ اپنا ایمان اور اعتقاد بھی خراب کر دیجیں۔ کیونکہ اس طرح تو ہم دنیا اور دین ہی کے ٹوٹے میں ٹرپ جائیں گے۔ آپ کو جن صدموں سے دو چار ہونا پڑتا ہے وہ واقعی دل بلاد یعنی دارے ہیں۔ لیکن اس حالت میں ثابت قدم رہنے کی کوشش کیجیے اور کوئی مشرکانہ خیال یا شرک کی طرف کوئی میلان یا اللہ سے کوئی شکایت دل میں نہ آنے دیجیے۔ ہم اور جو کچھ بھی ہمارا ہے، سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔ ملکیت بھی اسی کی ہے اور سارے اختیارات بھی اسی کے۔ ہمارا اس پر کوئی حق یا زور نہیں ہے۔ جو کچھ چاہے عطا کرے اور جو کچھ چاہے حاصل ہے۔ اور جس حال میں چاہے ہم کو سکھے۔ ہم اس پر اس شرط سے ایمان نہیں لائے ہیں کہ وہ ہماری تمباکیں پوری ہی کرتا رہتا ہے اور ہم کو کبھی کسی غم یا تکلیف سے دوچار نہ کرے۔ یہ شانِ بندگی نہیں ہے کہ اللہ سے مایوس ہو کر ہم دوسرے آستانوں کی طرف رجوع کرنے لگیں۔ دوسرے کسی آستانے پر رہے سے ہے یہی کچھ نہیں۔ دہائی سے بھی اگر بظاہر کچھ ملتا ہے تو خدا ہی کا دیا ہوا ہوتا ہے۔ البتہ دہائی سے ماںگ کر ہم جو کچھ پاسکتے ہیں میں ایمان کھو کر ہی پاسکتے ہیں اور بہت سے قسمت ایسے ہیں جو دہائی ایمان بھی مکھتے ہیں اور مراوی بھی نہیں پاتے۔ اس لیے آپ ایسے کسی خیال کو اپنے دل میں ہرگز نہ آنے دیں۔ اور صبر و اثبات کے ساتھ اللہ ہی کا دامن تحال میں رہیں۔ خواہ غم نصیب ہو یا خوشی۔

جاوہ اور آسیب اور حیرہ وغیرہ میں کچھ نہیں رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سب پر حادی ہے اب آپ اللہ سے دعا مانگتے رہیں۔ اسی سے پناہ طلب کرتے رہیں، اور اسی کا کلام ٹرھ کر ہر آفت کو نفع کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ امید ہے کہ آخر کار اس کا نفضل آپ کے شامل حال ہو گا۔ اور کوئی بلا آپ کو یا اپ کی اولاد کو لا خی نہ ہو گی۔

ادھار کی صورت میں ناٹد قیمت حصول کرنا

سوال:- آج کل تجارت میں یہ معاف پل ٹپا ہے کہ جو خرید و فروخت نقد رسم دے کر کل جلتے اس کا بجا و بزار کے مطابق اور جو سودا ادھار لیا جائے اس کی قیمت بانار کے نرخ سے کچھ زائد صول کی جاتی ہے۔ نقد اور ادھار میں قیمتوں کا تفاوت اب عام ہوتا جا رہا ہے۔ مغلس لوگ اپنی مجبوری کی نیا پر جلتے بیجتے زیادہ قیمت ادا کر دیتے ہیں اور تاجر غریبوں کی بے سی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اب عمل طلب سوال یہ ہے کہ کیا اس قسم کی سودا بانی ازرو شے شریعت جائز ہے؟ کیا زیادہ رسم و صول کرنا سود کی تعریف میں نہیں آتا۔ براو نوازش اس بلکے میں پورے پورے دلائل کے ساتھ حقیقت کہ واضح فرمائیں تاکہ جو لوگ فی الواقع شریعت پاک کی پیروی کرنا چاہتے ہیں وہ پورے اطمینان اور شرح صدر کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔

جواب:- نقد قیمت کم اور ادھار کی قیمت زیادہ رکھنے کے بلکے میں تین احادیث مردی ہیں۔ پہلی حدیث جامع ترمذی، ثانیہ البیرون میں یہی مردی ہے: عن أبي هوريۃ قال (نحوه) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیعتین فی بیعتہ، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معاملہ میں دو معاملے کرنے سے منع فرمایا ہے: امام ترمذیؓ نے دو طرقوں سے روایت کرتے ہوئے میں حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور پھر فرمایا ہے کہ ایں علم کا عمل اسی پر ہے اور بعض ایں علم نے اس بیع کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ ایک شخص کہے کہ میں تیرے ہاتھ یہ کپڑا نقد دس میں اور ادھار میں میں بیچتا ہوں اور یہ طے نکرے کہ وہ نقد بیع رہا ہے یا ادھار۔ البتہ اگر کسی بات پر تصرفیہ ہو جائے تو مضافیۃ نہیں یہ دیجئی یہ کہ آیا مال نقد اس قیمت پر بیکا اور خریدا جا رہا ہے جو نقد غریبیے کے لئے تجویز ہوتی ہے، یا ادھار کے لیے تجویز ہوتی ہے۔ آگے امام شافعی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ میں اپنا مکان تیرے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ تو اپنا علام میرے ہاتھ فروخت کرے۔ یہ حدیث سنن فضائی میں بھی انہی الفاظ کے ساتھ آئی ہے اور اس حدیث کے باب کا عنوان یہ مقرر کیا ہے: یقول ابعده

اسدعاۃ بہائۃ در ہم نقڈاً او بہائۃ در ہم فسیٹہ -

دوسری حدیث سند احمد میں ہے جس کے الفاظ ہیں: نهیٰ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن صفتین فی صدقۃ پیغمبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو دے میں دو سو دوں سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کے راوی سیماک اس کی تشریح یوں کرتے ہیں: هوا الرجیل بیبع البیع فیقول هو بکذا او ہو بیقید بکذا او کذا۔ ایک آدمی ایک چیز بیچتے ہوئے کہتا ہے: ادھار کی قیمت یہ ہے اور نقد کی یہ۔ بہر حال ان دونوں احادیث کی ایک تاویل یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ نقد اور ادھار کی قیمتیوں میں تفاوت مطلقاً ناجائز ہے۔ اس تاویل کے قائلین میں سے قابل ذکر اصحاب امام افزاںی اور امام ابن حزم ہیں۔ دوسری تاویل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ تفاوت صرف انسی صورت میں ناجائز ہے جبکہ یہ بات صاف طور پر نہ ہو کہ سو وانقد ہٹوا یا ادھار۔ اس حدیث کی تفسیری تاویل وہ بھی ہو سکتی ہے جسے امام شافعی سے اور پر نقل کیا گیا ہے۔ مذاہب فقہیہ کے تفاسیر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اکثریت تاویل کی قائل نہیں ہے، بلکہ دوسری یا تفسیری تاویل ہی کو صحیح سمجھتی ہے۔

تیسرا حدیث سنن ابو داؤد میں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم من باع بیعتین فی بیعة فله او کسهما او الربا (رجہ شخص ایک سو دے میں دو بیعتیں مقرر کرے تو وہ یا تو کم ترقیت لے لے، یا پھر سو دہ کا)۔ اس حدیث سے دو باتیں صاف معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ بیعتین فی بیعة سے مراد ہی ہے کہ نقد اور ادھار کی قیمت اگر الگ رکھی جائے، دوسری یہ کہ ادھار کی وجہ سے قیمت میں اضافہ سو دے ہے۔ اس حدیث کی کوئی دوسری تاویل محال ہے۔ نبی اللہ طاز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں سے محمد بن عمر و بن علقہ کے بارے میں کلام کیا گیا ہے، لیکن ابن حزم نے اُسے صحیح قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ قدر اخذ بیفہذا شریح۔ ابن حزم نے پوری سند کے ساتھ تشریح کیا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اقتل الشنتین والیعد الاجیین او الربا۔ باعتبار اسناد ممکن ہے کہ اس حدیث میں ضعف کا کوئی پہلو ہو، لیکن اس میں شک نہیں کہ مذکورہ بالا دو احادیث صحیحہ کی بھی کم از کم ایک در باقی مکرر

(یقینیک درسائل و مسائل)

تاویل ایسی کی جا سکتی ہے جو اس نیسری حدیث کی تائید کرتی ہے۔ علاوہ ازیں شریعت کا ایک عام اور اہم اصول بھی اس حدیث کا موتید ہے۔ وہ اصول یہ ہے کل قرض چرب نفعاً فنور بیا (پر قرض جس سے نفع حاصل ہو رہ سود ہے) مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی میں اس مضمون کی روایات موجود ہیں۔ اس اصول کی پشت پر تصویص کتاب و سنت تعالیٰ صحابہ اور اجماع فقهاء، تینوں موجود ہیں۔

اس ساری بحث کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نقد اور ادھار کی قیمتیوں میں فرق اگرچہ اور مخصوص نہیں تو مکروہ تو ضرور ہے اور اس کا ترک اور اس سے پرہیزا اولی ہے۔ حضرت عمرؓ نے غالباً اسی نوعیت کے معاملات کے بارے میں فرمایا تھا کہ فاجتنبوا الریا والمریبة۔